Al-Marjān Research Journal
Open Access
Al-Marjān Research Journal
ISSN(E): 3006-0370
ISSN(P): 3006-0362
al-marjan.com.pk

The Basic Principles and Rules of Takfir Facing the Muslim Ummah: In the Light of the Biography of the Prophet (peace be upon him) and the Teachings of the Jurists

امت مسلمہ کو درپیش مسئلہ تکفیر کے بنیادی اصول وضابطے: سیرت النبی ﷺ اور فقہاء کی تعلیمات کی روشنی میں

Authors Details

1. Mufti Noor ul-Amīn
Doctorate Candidate, Alhamd Islamic University, Islamabad, Pakistan.

2. Wasi Ullah *(Corresponding Author)*
MPhil Scholar, National University of Modern Languages (NUML), Islamabad, Pakistan. talhaamin9889@gmail.com

Citation

Noor ul-Amīn, Mufti and Waai Ullah. "The Basic Principles and Rules of Takfir Facing the Muslim Ummah: In the Light of the Biography of the Prophet (peace be upon him) and the Teachings of the Jurists."*Al-Marjān Research Journal* 3,no.2, April–June (2025): 582−595.

Submission Timeline

Received: Mar 14, 2025
Revised: April 01, 2025
Accepted: April 18, 2025
Published Online: May 09, 2025

Publication, Copyright & Licensing

Article QR

Al-Marjān Research Center, Lahore, Pakistan.

All Rights Reserved © 2023.
This article is open access and is distributed under the terms of Creative Commons Attribution 4.0 International License

The Basic Principles and Rules of Takfir Facing the Muslim Ummah: In the Light of the Biography of the Prophet (peace be upon him) and the Teachings of the Jurists

امت مسلمہ کو درپیش مسئلہ تکفیر کے بنیادی اصول وضابطے: سیرت النبی ﷺ اور فقہاء کی تعلیمات کی روشنی میں

☆ مفتی نور الامین ☆ وسیع اللہ

Abstract

This research paper explores the critical and sensitive issue of *Takfīr*—declaring a fellow Muslim to be outside the fold of Islam—in the light of the Seerah of the Prophet Muhammad ﷺ and the jurisprudential insights of classical Islamic scholars. While Islamic teachings emphasize justice, patience, tolerance, and moderation, the misapplication of *Takfīr* in modern times has contributed significantly to sectarian divisions, extremism, and social unrest. The study examines the linguistic and technical definitions of *Takfīr*, and outlines the strict conditions and preventive principles that must be fulfilled before any such declaration can be made. It references the cautious approach of the Prophet ﷺ, the conduct of the rightly guided caliphs, and the balanced, disciplined positions of major jurists such as Imām Abū Ḥanīfah, Imām Mālik, Imām al-Shāfiʿī, and Imām Aḥmad ibn Ḥanbal. The paper emphasizes that *Takfīr* is not merely a theological position, but a matter with serious legal and societal implications, and should never be influenced by political interests, sectarian biases, or emotional impulses. Through detailed analysis, the paper argues that the abuse of *Takfīr* undermines Muslim unity, fuels violence, and contradicts the ethical and legal framework of Islamic thought. The study calls for a revival of the traditional juristic discipline and a careful application of *Takfīr* in light of evidentiary certainty, contextual understanding, and proper scholarly authority to preserve harmony within the Muslim Ummah.

Keywords: Takfīr, Islamic jurisprudence, Prophetic Seerah, Muslim unity, sectarianism.

تعارف موضوع

اسلام ایک ایسا دین ہے جو عدل، حلم، رواداری اور اعتدال پر مبنی تعلیمات پیش کرتا ہے۔ اس دین کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ انسانوں کے درمیان نہ صرف عقیدے کی بنیاد پر ایک رشتہ قائم کرتا ہے بلکہ ان کے باہمی تعلقات کو بھی اخلاق، انصاف اور رحم پر استوار کرتا ہے۔ اسلامی تاریخ میں اگرچہ بہت سے فکری و فقہی اختلافات رونما ہوئے، لیکن ان اختلافات کے باوجود تکفیر (یعنی کسی مسلمان کو کافر قرار دینا) ہمیشہ سے ایک نہایت نازک اور حساس مسئلہ رہا ہے۔ تکفیر محض ایک علمی و فقہی موضوع نہیں بلکہ ایک ایسا عملی اور سماجی مسئلہ بھی ہے جو امت مسلمہ کی وحدت، استحکام اور امن و سکون کے لیے خطرہ بن سکتا ہے، اگر اس میں احتیاط اور علمی معیار کو ملحوظ نہ رکھا جائے۔ بدقسمتی سے عصرِ حاضر میں فرقہ واریت، سیاسی مفادات، اور مسلکی تعصبات کے تحت تکفیر کا فتویٰ ایک عام رجحان بنتا جا رہا ہے، جو نہ صرف اسلامی اصولوں سے انحراف ہے

☆ پی ایچ ڈی اسکالر، الحمد اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد، پاکستان۔
☆ ایم فل اسکالر، نمل یونیورسٹی، اسلام آباد، پاکستان۔

بلکہ مسلم معاشروں میں انتشار، تشدد اور فکری انارکی کو بھی جنم دیتا ہے۔ اسلامی عقیدے میں کسی بھی شخص کو دائرۂ اسلام سے خارج کرنا اتنا سنجیدہ معاملہ ہے کہ اس کے لیے سخت شرائط، ضوابط اور موانع متعین کیے گئے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی سیرتِ طیبہ، خلفائے راشدین کا طرزِ عمل، اور امت کے جلیل القدر فقہاء کی آراء اس بات کی شہادت دیتی ہیں کہ تکفیر کا دروازہ صرف ان افراد پر کھلتا ہے جن کے کفر پر واضح، قطعی اور اجماعی دلائل موجود ہوں، اور جن پر اتمامِ حجت کیا جا چکا ہو۔ یہ مقالہ اسی مسئلے کا تحقیقی مطالعہ پیش کرتا ہے۔ اس میں ہم تکفیر کے لغوی و اصطلاحی مفہوم، قرآن و سنت کی روشنی میں اس کے اصول، فقہائے اسلام کی آراء، اور عصر حاضر میں اس کے غلط استعمال کے اثرات کا جائزہ لیں گے۔ ہمارا مقصد یہ ہے کہ علمی بنیادوں پر تکفیر کے صحیح اصول و ضوابط کو واضح کر کے امت کے درمیان رواداری، وحدت اور فکری توازن کو فروغ دیا جا سکے۔

تکفیر: لغوی و اصطلاحی تعریف

لغوی تعریف

لفظ تکفیر عربی کے مصدر "كَفَرَ" سے نکلا ہے، جس کے لغوی معنی ہیں: ڈھانپنا، چھپانا، یا چھپا دینا۔ امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

"الكُفْرُ في اللغة: التغطية على الشيء[1]"

کفر لغت میں کسی چیز کو چھپانے یا ڈھانپنے کو کہتے ہیں۔

اسی بنا پر کسان کو بھی عربی میں "کافر" کہا گیا ہے کیونکہ وہ زمین میں بیج چھپاتا ہے۔

اصطلاحی تعریف

شرعی اصطلاح میں تکفیر سے مراد کسی ایسے شخص کو اسلام کے دائرے سے خارج قرار دینا ہے جس نے کلمۂ شہادت ادا کیا ہو، مگر اس کے کسی قول، فعل یا عقیدے کی بنا پر اسے کافر سمجھا جائے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ تکفیر کی تعریف یوں کرتے ہیں:

"التكفير هو الحكم على المسلم بالكفر بسبب قول أو فعل أو اعتقاد يخالف الدين مخالفة تخرج به عن الملة[2]"

تکفیر سے مراد ہے کہ کسی مسلمان پر اس کے قول، فعل یا عقیدے کی بنیاد پر کفر کا حکم لگایا جائے جو دین سے ایسا انحراف ہو کہ وہ ملت اسلامیہ سے خارج ہو جائے

علامہ ابن عابدین شامیؒ فرماتے ہیں:

"التكفير هو الإخراج من الدين، وهو أمر خطير لا يصدر إلا بدليل قطعي[3]"

تکفیر کا مطلب دین سے خارج کرنا ہے، اور یہ ایک نہایت خطرناک کام ہے جو صرف قطعی دلیل کی بنیاد پر کیا جا سکتا ہے۔

تکفیر کی اصطلاح صرف اس وقت استعمال ہوتی ہے جب کسی مسلمان کو کافر قرار دیا جائے، اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اسے شرعی، سماجی اور قانونی طور پر غیر مسلم تسلیم کیا جائے۔ یہ فیصلہ معمولی فقہی اختلافات یا تاویلات کی بنیاد پر نہیں ہو سکتا، بلکہ اس کے لیے واضح شرعی دلائل، فقہی احتیاط، اور علمی بصیرت درکار ہے۔

---

1 -Al-Aṣfahānī, Ar-Rāghib. Al-Mufradāt fī Gharīb al-Qur'ān. Beirut: Dār al-Qalam, n.d., 451

2 - Ibn Taymiyya, Aḥmad ibn 'Abd al-Ḥalīm. Majmū' al-Fatāwā. Riyadh: Majma' al-Malik Fahd li-Ṭibā'at al-Muṣḥaf ash-Sharīf, 1416 AH/1995, 3: 229

3 - Ibn 'Ābidīn, Muḥammad Amīn. Radd al-Muḥtār 'alā ad-Durr al-Mukhtār. Beirut: Dār al-Fikr, n.d., 4: 235

تکفیر کے اصول وضوابط: سیرت النبی ﷺ اور فقہاء کی تعلیمات کی روشنی میں

عہد نبوی ﷺ اور خلافت راشدہ میں تکفیر کے واقعات

رسول اللہ ﷺ نے متعدد بار منافقین کے کفر پر مطلع ہونے کے باوجود ان کی تکفیر کا اعلان نہیں فرمایا؛ اس میں حکمت امت کی مصلحت اور فتنہ کا اندیشہ تھا۔ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں:

> نبی ﷺ کو منافقین کے کفر کا علم دیا گیا لیکن آپ نے ان کے ساتھ ظاہر اسلامی احکام جاری رکھے تاکہ لوگوں میں فتنہ نہ پھیلے۔[4]

> عہد صدیقی میں مرتدین (جھوٹے مدعیان نبوت و منکرین زکوٰۃ) کی تکفیر اور قتال ہوا کیونکہ انہوں نے ضروریات دین کا انکار کیا تھا۔[5]

ابتدائی فرقوں میں تکفیر کا فتنہ

خوارج: خوارج وہ پہلا گروہ تھا جس نے تکفیر میں جلد بازی اور سختی کی روش اپنائی۔ انہوں نے کبیرہ گناہ کے مرتکب مسلمانوں کو کافر قرار دیا اور ان کے خلاف قتال جائز سمجھا۔ امام شاطبیؒ لکھتے ہیں: خوارج نے کبیرہ گناہ کی بنیاد پر مسلمانوں کی تکفیر کی اور ان کا خون حلال جانا۔[6]

معتزلہ "معتزلہ نے "منزلة بين المنزلتين" کا نظریہ پیش کیا۔ ان کے نزدیک کبیرہ گناہ کا مرتکب نہ مومن ہے نہ کافر، بلکہ ایک درمیانی حالت میں ہے؛ البتہ بعض معتزلیوں نے ایسے شخص کی آخرت میں دائمی جہنم کا قائل ہو کر بالواسطہ تکفیر کی۔[7]

مرجئہ: مرجئہ نے خوارج کے مقابلے میں انتہاپسندی سے بچنے کی کوشش کی اور عمل کی حیثیت کم کر کے تکفیر سے گریز کیا۔[8]

سیرتِ نبوی ﷺ کا اصولِ احتیاط

1۔ کلمہ گو پر تکفیر سے گریز:

نبی اکرم ﷺ کا طرزِ عمل ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ محض ظاہری اعمال پر کسی کو کافر قرار نہیں دیا جا سکتا، جب تک کہ اس کا کفر واضح اور قطعی نہ ہو۔ صحیح بخاری کی روایت میں ہے:

> **"من قال لأخيه يا كافر فقد باء بها أحدهما"**[9]

> جس نے اپنے بھائی سے کہا: اے کافر! تو یہ کلمہ دونوں میں سے ایک پر لوٹ آتا ہے۔

یہ حدیث اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ کلمہ گو پر تکفیر کا فتویٰ لگانا اتنا سنگین معاملہ ہے کہ اگر اس کا اطلاق غلط ہو جائے تو یہ خود فتویٰ دینے والے پر لوٹ آتا ہے۔ نبی ﷺ کا یہ ارشاد ایک اجتماعی ضابطہ ہے کہ تکفیر کا دروازہ بند رکھا جائے، سوائے ان افراد کے جن کی ضد، عناد اور شریعت سے کھلی بغاوت قطعی ثبوت سے ظاہر ہو چکی ہو۔

---

[4] Ibn Taymiyya, Aḥmad ibn ʻAbd al-Ḥalīm. Aṣ-Ṣārim al-Maslūl ʻalā Shātim ar-Rasūl. Beirut: Dār al-Kutub al-ʻIlmiyya, 1418 AH/1997, 325

[5] Ibn al-Athīr, ʻAlī ibn Muḥammad. Al-Kāmil fī at-Tārīkh. Beirut: Dār al-Kutub al-ʻIlmiyya, 1421 AH/2000, 2: 334

[6] . Ash-Shāṭibī, Ibrāhīm ibn Mūsā. Al-Iʻtiṣām. Beirut: Dār al-Maʻrifa, 1421 AH/2000, 1: 90

[7] . Al-Baghdādī, ʻAbd al-Qāhir. Al-Farq bayna al-Firaq. Beirut: Dār al-Āfāq al-Jadīda, 1398 AH/1977, 140

[8] . Al-Baghdādī, ʻAbd al-Qāhir. Uṣūl ad-Dīn. Beirut: Dār al-Kutub al-ʻIlmiyya, 1423 AH/2002, 295

[9] - Al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʻīl. Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, ḥadīth 6104

2۔ کلمہ پڑھنے والے کو قتل کرنے پر سخت ممانعت:

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے واقعے سے ہمیں سیکھنے کو ملتا ہے کہ اسلام نے محض قولی اقرار کو بھی کتنی اہمیت دی ہے۔ حضرت اسامہ نے ایک دشمن کو قتل کر دیا حالانکہ وہ آخری لمحے میں کلمہ شہادت پڑھ چکا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے جب اس کا ذکر سنا تو فرمایا: "**أقتلته بعد أن قال لا إله إلا الله؟**" حضرت اسامہ نے کہا کہ اس نے جان بچانے کے لیے کہا تھا، لیکن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"**فكيف تصنع بلا إله إلا الله إذا جاءت يوم القيامة؟**"[10]

یہ جملہ ہمیں یاد دلاتا ہے کہ کسی بھی شخص کے اسلام کا انکار کرنا ایک عظیم خطرے کا حامل معاملہ ہے، جو صرف نیت یا ظاہری انداز سے ثابت نہیں کیا جا سکتا۔

3۔ حدود اور تکفیر میں شبہ کی گنجائش: رحمت و احتیاط کا اصول

رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ کا ہر پہلو ہمیں اس تعلیم کی طرف رہنمائی کرتا ہے کہ کسی انسان پر حد یا تکفیر جیسا سنگین حکم جاری کرنے میں جلد بازی نہیں کرنی چاہیے۔ خصوصاً جب معاملہ انسانی جان، ایمان یا عزت سے متعلق ہو، تو اسلام میں اصول یہ ہے کہ شک یا شبہ کی موجودگی میں حد اور تکفیر روک دی جاتی ہے۔ نبی کریم ﷺ کی سیرت اور فقہائے امت کی تعلیمات دونوں میں اس اصول کی واضح مثالیں موجود ہیں۔ حدیثِ مبارکہ ہے:

" ادرءوا الحدود بالشبهات[11]"

یعنی جہاں شبہ ہو، وہاں حد جاری نہ کرو۔

اسی طرح ایک روایت میں فرمایا:

ادرؤوا الحدود عن المسلمين ما استطعتم، فإن كان له مخرج فخلوا سبيله، فإن الإمام أن يخطئ في العفو خير من أن يخطئ في العقوبة[12]

"مسلمانوں سے حدود کو روک دو جتنا ممکن ہو، اگر کوئی نکالنے کا راستہ ہو تو چھوڑ دو، کیونکہ امام کا معاف کرنے میں غلطی کرنا سزا دینے میں غلطی کرنے سے بہتر ہے۔"

ان نصوص سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حدود کے نفاذ میں بھی احتیاط کا راستہ اختیار کیا۔ ایسا اس لیے کہ شریعت کا مقصد صرف سزا دینا نہیں بلکہ اصلاح، توبہ کی مہلت دینا، اور فتنے کو روکنا ہے۔ اسی اصول کو فقہاء نے بعد ازاں " الحدود تدرأ بالشبهات " کے قاعدے کی شکل میں مدون کیا۔

رسول اللہ ﷺ کے پاس جب ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ زنا کا اعتراف لے کر آئے، تو آپ ﷺ نے بار بار ان سے سوالات کیے" : کیا تمھیں جنون لاحق ہے؟"، "کیا تم نے واقعی زنا کیا ہے؟"[13]۔ آپ ﷺ نے بار بار موقع دیا کہ وہ واپس چلے جائیں، حتیٰ کہ جب تک اقرار بار بار اور واضح نہ ہوا، حد نافذ نہ کی گئی۔ یہ طرزِ عمل ہمیں سکھاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ حتی الوسع انسان کو توبہ، رجوع اور گناہ سے نکلنے کا موقع فراہم کرتے تھے، اور شریعت میں حد کا نفاذ آخری مرحلہ ہوتا تھا۔

---

10 -Muslim, Muslim ibn al-Ḥajjāj. Ṣaḥīḥ Muslim, ḥadīth 96.
11 - At-Tirmidhī, Muḥammad ibn ʿĪsā. Sunan at-Tirmidhī, ḥadīth 1424
12 -At-Tirmidhī, Sunan at-Tirmidhī, ḥadīth 1424.
13 -Muslim, Ṣaḥīḥ Muslim, ḥadīth 1695.

اسی طرح حضرت ہزال، جنہوں نے ماعز کو نبی ﷺ کی خدمت میں بھیجا، آپ ﷺ نے انہیں تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا" :اگر تم اسے اپنی چادر سے ڈھانپ لیتے تو تمھارے لیے بہتر ہوتا"۔ گویا حدود کی تشہیر بھی ناپسندیدہ عمل ہے، اور معاشرے کو اس سے بچانے کے لیے شریعت نے پردہ پوشی اور توبہ کی ترغیب کو اہمیت دی ہے۔

یہی احتیاط کا اصول مسئلہ تکفیر میں بھی اختیار کیا گیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا" :

من قال لأخيه يا كافر، فقد باء بها أحدهما[14] "

یعنی اگر کوئی اپنے بھائی کو کافر کہے، تو ان دونوں میں سے ایک پر وہ کلمہ لوٹ آتا ہے۔

اس حدیث سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ تکفیر ایک ایسا عمل ہے جو نہایت سنگین ہے اور اگر غلط ثابت ہو جائے تو یہ فتویٰ لگانے والے کو خود دائرۂ خطر میں ڈال دیتا ہے۔ اس لیے شریعت نے کلمہ گو کو دائرۂ اسلام میں شامل رکھنے کا حکم دیا، جب تک کہ کوئی واضح، قطعی، اور غیر مؤول دلیل اس کے کفر پر موجود نہ ہو۔

فقہاء کی تعلیمات کی روشنی میں اصول وضوابط

قرآن وسنت اس دین کے دو بنیادی ماخذ ہیں، مگر ان کے عملی اطلاق اور فہم کے لیے ایک ایسا طبقہ وجود میں آیا جسے ہم فقہاء کہتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے علومِ شریعت میں مہارت، گہرائی، اور بصیرت کے ساتھ امت کی علمی و عملی رہنمائی کا بیڑا اٹھایا۔ ان کا فکری ورثہ چودہ سو سال پر محیط ہے اور ان کی آراء اور استنباطات آج بھی امت کے لیے روشنی کا مینار ہیں۔

فقہاء نہ صرف قانونی اور اخلاقی معاملات میں راہنمائی فراہم کرتے ہیں بلکہ ایسے پیچیدہ اور حساس مسائل میں بھی، جن پر اجتماعی سلامتی، ایمان اور معاشرتی وحدت کا انحصار ہوتا ہے، وہ نہایت تدبر، احتیاط اور بصیرت سے فیصلہ کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک نہایت نازک مسئلہ تکفیر کا ہے۔ کسی مسلمان کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دینا کوئی معمولی امر نہیں بلکہ یہ ایک ایسا حکم ہے جس سے ایک شخص کی جان، مال، عزت، اور وراثت تک کے احکام بدل جاتے ہیں۔ اگر کسی مسلمان پر بلا دلیل اور بلا حجت تکفیر کی جائے تو یہ نہ صرف ظلم ہے بلکہ فتنے اور فساد کا ذریعہ بھی بنتا ہے۔

تاریخ کے مختلف ادوار میں امت مسلمہ نے کئی بار فرقہ واریت، باہمی نفرت اور سیاسی مقاصد کی خاطر تکفیر کے فتووں کا سامنا کیا۔ ان نازک مراحل پر فقہاء نے امت کو افراط و تفریط سے بچانے کے لیے اصول وضوابط مرتب کیے، جن کی روشنی میں یہ واضح کیا کہ کب کسی فرد پر کفر کا اطلاق ہو سکتا ہے اور کب نہیں۔ انہوں نے یہ معیار قائم کیا کہ صرف وہی شخص دائرۂ اسلام سے خارج ہو سکتا ہے جس کی بات یا عمل واضح، قطعی اور غیر مؤول ہو، اور جس پر تمام شرائطِ تکفیر لاگو ہوں۔

فقہائے کرام کی یہی علمی دیانت، حکمت اور فکری بصیرت تھی جس نے امت کو افراط و تفریط سے بچائے رکھا۔ یہی وجہ ہے ائمہ اربعہ اور اہل السنۃ والجماعۃ نے تکفیر کے مسئلہ میں خوارج و معتزلہ کی شدت اور مرجئہ کی سہولت دونوں سے اجتناب کرتے ہوئے اعتدال اختیار کیا۔ ابن قدامہ ؒ فرماتے ہیں: ہم خوارج کی طرح جلد بازی سے تکفیر نہیں کرتے اور نہ مرجئہ کی طرح کفر کی علامات کو نظر انداز کرتے ہیں، بلکہ ہم حق کے درمیان راستے پر ہیں۔[15]

[14] - Al-Bukhārī, Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, ḥadīth 6104.
[15]. Ibn Qudāma, ʻAbd Allāh ibn Aḥmad. Al-Mughnī. Beirut: Dār al-Kutub al-ʻIlmiyya, n.d., 12: 281

فقہاء کی آراء کو تفصیل سے بیان کریں گے تاکہ یہ واضح ہو سکے کہ ہر مکتب فکر کے جید علماء نے کس بنیاد پر تکفیر کے دروازے کو بند رکھا اور کس حکمت کے تحت انہوں نے احتیاط کو ترجیح دی۔

تکفیر کے اصول وضوابط—فقہائے اربعہ کے نزدیک

اسلامی فقہ میں تکفیر ایک نہایت حساس اور خطرناک مسئلہ ہے، جس میں معمولی غلطی بھی کسی مؤمن کو ناحق دائرۂ اسلام سے خارج کر سکتی ہے۔ اہل سنت کے ائمہ نے اس مسئلے میں بڑی حکمت اور احتیاط سے کام لیا ہے۔

امام ابو حنیفہؒ کا موقف

امام ابو حنیفہؒ اس باب میں ایک نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ ان کے نزدیک تکفیر میں اصل احتیاط کا اصول ہے، اور کسی بھی شخص کو دائرۂ اسلام سے نکالنے کے لیے قطعی اور ناقابل تاویل دلیل کا ہونا ضروری ہے۔ امام طحاویؒ جو فقہ حنفی کے عقائد کے معتبر شارح ہیں، امام ابو حنیفہؒ کا یہ مؤقف نقل کرتے ہیں: "ولا نكفر أحدا من أهل القبلة بذنب ما لم يستحله، وندعوهم بأسمائهم ولا ننزع أيديهم من طاعتهم"[16]. ہم اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کرتے جب تک وہ کسی گناہ کو حلال نہ سمجھے، اور ہم ان کو ان کے ناموں سے پکارتے ہیں اور ان کی اطاعت سے ہاتھ نہیں کھینچتے۔

یہ عبارت ظاہر کرتی ہے کہ امام ابو حنیفہؒ اور ان کے پیروکار صرف اُن ہی اقوال و افعال کو موجبِ تکفیر سمجھتے تھے جو صریح انکار یا تمسخر پر مبنی ہوں۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر، امام ابو حنیفہؒ کا مشہور قول ہے: "إذا كان في الرجل تسعة وتسعون قولا كفرا، وواحد إسلام، حُمل أمره على الإسلام"[17]. اگر کسی قول میں ننانوے احتمال کفر کے ہوں اور ایک احتمال اسلام کا ہو، تو اس کا معاملہ اسلام پر محمول کیا جائے گا۔

یہ اصول نہایت بلند پایہ فقہی احتیاط کا مظہر ہے، جس میں انسان کے قول و فعل کو حتی المقدور اسلام کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، نہ کہ کفر کی طرف۔ امام ابو حنیفہؒ کا یہ نظریہ اُس قرآنی اصول سے ہم آہنگ ہے جس میں مسلمانوں کو ایک دوسرے پر بدگمانی سے روکا گیا ہے[18]

فقہائے احناف نے بھی امام ابو حنیفہؒ کے اس اصول کی پیروی کی ہے۔ مشہور فقیہ قاضی خانؒ لکھتے ہیں:

"من أخطأ في التأويل لا يكفر ما لم تظهر له الحجة"[19].

جو شخص تاویل کی بنیاد پر خطا کرے، اس کی تکفیر جائز نہیں جب تک کہ اس پر حجت واضح نہ کر دی جائے۔

یہ بیانات واضح کرتے ہیں کہ فقہ حنفی میں تاویل، شبہ، اور جہالت کی صورت میں تکفیر کے دروازے بند رکھے گئے ہیں، تاکہ امت مسلمہ باہمی اختلافات کے باوجود وحدت کا دامن نہ چھوڑے۔ امام ابو حنیفہؒ کا یہ مؤقف آج کے دور میں بھی خاص طور پر اہم ہے، جب بعض گروہ فکری اختلاف کو فتوائے تکفیر میں بدلنے کی روش اختیار کیے ہوئے ہیں۔

امام ابو حنیفہؒ اور ان کے متبعین کی یہ فقہی بصیرت ہمیں سکھاتی ہے کہ تکفیر صرف اس وقت کی جائے جب تمام شبہات زائل ہو چکے ہوں اور قطعی حجت قائم ہو چکی ہو۔ اس سے پہلے تک کسی کو مسلمان ماننا ہی فقہی و اخلاقی ذمہ داری ہے۔

---

[16] - Aṭ-Ṭaḥāwī, Abū Ja‘far. Al-‘Aqīda aṭ-Ṭaḥāwiyya. Edited by Nāṣir ad-Dīn al-Albānī. Beirut: Al-Maktab al-Islāmī, 1409 AH/1988, 287

[17] -Ibn Abī al-‘Izz al-Ḥanafī, ‘Alī ibn ‘Alī. Sharḥ al-‘Aqīda aṭ-Ṭaḥāwiyya. Edited by ‘Abd Allāh ibn ‘Abd al-Muḥsin at-Turkī. Riyadh: Mu’assasat ar-Risāla, 1419 AH/1998, 329

[18] - Al-Ḥujurāt, 49:9.

[19] - Ibn Qudāma, Al-Mughnī. Cairo: Maktabat al-Qāhira, 1388 AH/1968, 12: 276.

امام مالکؒ

امام مالک بن انسؒ جو فقہائے اربعہ میں سے ایک ہیں، اس باب میں نہایت محتاط اور اصولی مؤقف رکھتے تھے۔ ان کا مشہور اصولی قول ہے:

"من ثبت له الإسلام بيقين، لا يزول عنه إلا بيقين مثله[20]".

جس کے اسلام کا ثبوت یقینی ہو، اس سے اسلام کی نسبت اسی درجے کے قطعی ثبوت کے بغیر زائل نہیں ہو سکتی۔

یہ اصول " استصحاب حالِ اسلام "کے نام سے مشہور ہوا، جس کا مطلب ہے کہ جب تک کسی شخص کے کفر پر قطعی دلیل نہ ہو، اُسے مسلمان ہی تصور کیا جائے گا۔ امام مالکؒ کی یہ اصولی بصیرت مسلم معاشرے میں امن ورواداری کی بنیاد فراہم کرتی ہے، کیونکہ وہ تکفیر جیسے سنگین حکم کے لیے قطعی اور غیر مشتبہ دلیل کو شرط قرار دیتے ہیں۔

اجتہادی غلطی، تاویل، یا شبہ کی بنیاد پر امام مالکؒ تکفیر سے منع فرماتے تھے۔ ان کے نزدیک علمی خطا کو کفر سے تعبیر کرنا خطرناک عمل ہے، جو امت کو تباہی کی طرف لے جاتا ہے۔ مشہور مالکی مفسر امام قرطبیؒ اس بارے میں لکھتے ہیں: وكان مالك لا يكفر أحداً إلا بعد أن تقوم عليه الحجة[21]". امام مالک کسی کی تکفیر نہیں کرتے تھے جب تک کہ اس پر حجت قائم نہ ہو جائے۔

یہی اصول دیگر مالکی فقہاء نے بھی اپنایا کہ جب تک قول یا عمل صریح انکار یا تمسخر پر مبنی نہ ہو، یا کوئی قطعی نص کے خلاف واضح اقدام نہ کرے، تکفیر کا دروازہ بند رہے گا۔ اس اصول کی بنیاد قرآن وسنت کی اس تعلیم پر ہے جو مؤمنین کے باہمی احترام، حسنِ ظن اور احتیاط کی تعلیم دیتی ہے۔ امام مالکؒ کی یہ احتیاط اس زمانے میں بھی نمایاں تھی جب فتنہ خلقِ قرآن، خوارج یا دیگر گروہی جھگڑوں میں لوگ جلدی تکفیر کے فیصلے کرنے لگے تھے۔ ان کی تعلیمات آج بھی اہل سنت کے ان بنیادی اصولوں کی ترجمانی کرتی ہیں، جن کا مقصد تکفیر کے دروازے کو محدود، محتاط اور شرعی اصولوں کا پابند بنانا ہے۔

امام شافعیؒ کا موقف

اسلامی فقہ میں تکفیر کا مسئلہ نہایت محتاط رویے کا تقاضا کرتا ہے، خصوصاً جب بات اہلِ قبلہ کی ہو یعنی وہ مسلمان جو نماز، کلمہ، قبلہ اور دیگر بنیادی شعائر کو تسلیم کرتے ہیں۔ امام شافعیؒ کا مؤقف تکفیر میں احتیاط کا بہترین نمونہ پیش کرتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

"لا نكفر أحدا من أهل القبلة بذنب، ولا ببدعة دون الشرك[22]".

ہم کسی اہلِ قبلہ کو کسی گناہ یا شرک سے کم درجے کی بدعت کی بنیاد پر کافر قرار نہیں دیتے۔

یہ اصول نہ صرف امام شافعیؒ کی فقہی بصیرت کا عکاس ہے بلکہ اسلامی معاشرے میں رواداری اور وحدت کے قیام کی بنیاد بھی فراہم کرتا ہے۔ ان کے نزدیک تکفیر کا دروازہ صرف اس وقت کھلتا ہے جب دین کے کسی قطعی اصول کا انکار کیا جائے اور وہ بھی اس صورت میں جب حجت واضح اور قطعی ہو۔

---

[20] -Al-Shāṭibī, Ibrāhīm ibn Mūsā. Al-Muwāfaqāt fī Uṣūl ash-Sharī'a. Beirut: Dār al-Ma'rifa, 1425 AH/2004, 2: 58.

[21] - Al-Qurṭubī, Muḥammad ibn Aḥmad. Al-Jāmi' li-Aḥkām al-Qur'ān. Cairo: Dār al-Kutub al-Miṣriyya, 1387 AH/1967, 5: 99

[22] -Al-Shāfi'ī, Muḥammad ibn Idrīs. Ar-Risāla. Edited by Aḥmad Muḥammad Shākir. Cairo: Maṭba'at Muṣṭafā al-Bābī al-Ḥalabī, 1359 AH/1940, 359

شافعیؒ فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر کسی شخص کے قول یا عمل میں تاویل یا شبہ کی گنجائش ہو، تو اس کی تکفیر جائز نہیں۔[23] اس اصول کی جڑیں اصولِ فقہ میں پیوست ہیں، جہاں" حجت بالغہ "یعنی ایسی دلیل جو واضح اور غیر مبہم ہو، کو تکفیر کی شرط قرار دیا گیا ہے۔ مشہور اصولی امام فخر الدین رازیؒ نے بھی یہی مؤقف اختیار کیا کہ تکفیر صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب قطعی اور غیر مشتبہ دلیل موجود ہو[24]۔

امام نوویؒ جو شافعی فقہ کے ممتاز شارحین میں سے ہیں، وہ امام شافعیؒ کے اس مؤقف کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ امام شافعیؒ کا مؤقف ہمیں یہ سبق دیتا ہے کہ اہلِ قبلہ کا احترام بنیادی اسلامی رویہ ہے۔ بعض گناہوں یا معمولی بدعتوں کو بنیاد بنا کر کسی کو کافر کہنا شرعی اصولوں کے منافی ہے، جب تک کہ وہ صریح شرک یا دین کے قطعی اصولوں کی کھلی مخالفت نہ کرے۔[25]

تکفیر کے ان اصولوں کا مقصد نہ صرف فقہی احتیاط ہے بلکہ مسلم معاشرے میں فتنہ و افتراق سے بچاؤ، اور امت کی وحدت و سلامتی کا تحفظ بھی ہے۔ شافعی فقہ میں ان اصولوں کو سختی سے اپنایا گیا تاکہ فکری اختلاف کو کفر کا دروازہ نہ بنایا جائے، بلکہ علمی و دینی گفتگو کو احترام، وضاحت، اور حجت کی بنیاد پر جاری رکھا جائے۔

امام احمد بن حنبلؒ

امام احمد بن حنبلؒ جیسے جلیل القدر محدث نے اس باب میں شدت کے بجائے اعتدال اور احتیاط کو اپنایا۔ ان سے جب خلقِ قرآن کے قائلین (جہمیہ) کی تکفیر کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا" : ہم توقف کرتے ہیں جب تک حجت قائم نہ ہو جائے"[1]۔ یعنی صرف نظریاتی اختلاف کی بنیاد پر کسی کو کافر کہنا درست نہیں، جب تک کہ شریعت کی واضح دلیل اور اس پر اتمامِ حجت نہ ہو جائے۔

امام احمدؒ کے نزدیک ضروریاتِ دین کا انکار صریح کفر ہے، مگر وہ تاویل، شبہ اور جہالت جیسے اسباب کی رعایت بھی کرتے ہیں۔ ابن قدامہؒ نے وضاحت کی کہ امام احمدؒ کے اصول کے مطابق جاہل یا متاول شخص کی تکفیر اس وقت تک جائز نہیں جب تک اسے صحیح علم اور دلیل نہ پہنچا دی جائے۔[26]

اختلاف فقہاء کا ثمرہ

تمام فقہائے اہلِ سنت کے ہاں تکفیر کے باب میں چند متفقہ اصول واضح طور پر پائے جاتے ہیں:

اصلِ احتیاط : تکفیر میں جلد بازی سے اجتناب لازم ہے۔ ہر امام نے تاکید کی ہے کہ مسلمان کو کافر قرار دینا انتہائی سنجیدہ معاملہ ہے، جس میں شدید احتیاط ضروری ہے۔

استصحاب حالِ اسلام : جو شخص مسلمان ہو، اس کا اسلام صرف یقینی اور قطعی ثبوت سے ہی زائل ہو سکتا ہے، شک، گمان یا مختلف تاویلات اس کے اسلام کو زائل نہیں کر سکتیں۔

اقامتِ حجت : جب تک کسی شخص پر واضح شرعی دلیل اور حجت قائم نہ ہو جائے، اس وقت تک اس کی تکفیر نہیں کی جا سکتی۔

تاویل، جہالت اور شبہ کا لحاظ : اگر کوئی شخص کسی شبہ، غلط فہمی یا تاویل کی بنیاد پر کفر نما بات کہہ دے، تو اس کو کافر قرار نہیں دیا جائے گا جب تک وہ عناداً اور علم کے باوجود انکار نہ کرے۔

---

[23] - Ash-Shāfi‘ī, Ar-Risāla, 359.
[24] - Ar-Rāzī, Fakhr ad-Dīn. Mafātīḥ al-Ghayb (At-Tafsīr al-Kabīr). Beirut: Dār Iḥyā’ at-Turāth al-‘Arabī, 1411 AH/1990, 1: 164
[25] - An-Nawawī, Yaḥyā ibn Sharaf. Sharḥ Ṣaḥīḥ Muslim. Beirut: Dār Iḥyā’ at-Turāth al-‘Arabī, n.d., 1: 150.
[26] -Ibn Qudāma, Al-Mughnī, 6: 45.

ضروریاتِ دین کا انکار: صرف ان عقائد یا اعمال کا انکار کفر شمار ہوتا ہے جو دین میں قطعی اور معلوم بالضرورہ ہوں، جیسے توحید، رسالت، نماز وغیرہ۔

اہل قبلہ کی تکفیر ممنوع: جب تک کوئی شخص اسلام کے بنیادی عقائد کا منکر نہ ہو، فقط کسی گناہ یا بدعت کی بنا پر اس کی تکفیر جائز نہیں۔

ظنّی امور پر تکفیر حرام: کفر کا حکم صرف قطعی دلائل سے دیا جاسکتا ہے۔ محض ظنی یا اجتہادی اختلافات پر تکفیر کرنا شریعت کے اصولوں کے خلاف ہے۔

ائمہ اربعہ کے علاوہ دیگر فقہاء کے آراء

تکفیر کا مسئلہ اسلامی فقہ میں انتہائی حساس اور پیچیدہ موضوع ہے جس پر فقہاء نے محتاط اور سنجیدہ رویہ اختیار کیا ہے۔ امام ابن قدامہؒ اس مسئلے میں انتہائی احتیاط کے قائل تھے اور فرماتے ہیں کہ تکفیر تبھی جائز ہے جب اس پر قطعی حجت قائم ہو، ورنہ تاویل اور اجتہادی اختلاف کی صورت میں تکفیر کا کوئی جواز نہیں ہے۔ ان کا کہنا ہے، "ولا يكفر حتى تقوم عليه الحجة"[27]۔ یہ اصول امت کے اندر اتحاد اور سلامتی کو قائم رکھنے کی کوشش کا حصہ ہے تا کہ کسی بے گناہ کو کافر قرار دینے کا غلط فیصلہ نہ ہو۔

اسی طرح امام ابن تیمیہؒ بھی تکفیر میں جلد بازی سے سختی سے منع کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جو بغیر واضح دلیل کے کسی کی تکفیر کرتا ہے، وہ فتنہ اور فساد کا باعث بنتا ہے۔ ان کے الفاظ میں، "ومن أسرع في تكفير الناس بغير بينة فقد وقع في الفتنة وفساد الدين[28]۔ یہ بیان ان کے علمی اور فقہی اندازے کی عکاسی کرتا ہے کہ تکفیر کے مسائل کو دانشمندی اور واضح دلائل کے بغیر نہیں اٹھانا چاہیے۔

امام رازیؒ نے اپنی تفسیر میں واضح کیا کہ تکفیر کی بنیاد واضح اور غیر متنازعہ دلیل ہونی چاہیے، جس میں کوئی تاویل کی گنجائش باقی نہ ہو، اور فرماتے ہیں، "ولا يجوز تكفير المسلم إلا بحجة واضحة لا تقبل التأويل"[29]۔ ان کی یہ رائے اس بات کی تاکید کرتی ہے کہ تکفیر کی کوئی بھی دلیل جب تک قطعی نہ ہو، اس پر عمل نہیں کیا جانا چاہیے تا کہ مسلمانوں کے درمیان رحمت و تحمل برقرار رہے۔

امام شاطبیؒ نے اپنے فقہی اصولوں میں کہا کہ اجتہاد اور تاویل کی صورت میں تکفیر جائز نہیں جب تک کہ حجت قطعی نہ ہو، اور فرماتے ہیں:

"ولا تكفير في مجال الاجتهاد والتأويل، إلا إذا قامت الحجة القطعية"[30]۔

اس اصول کی بنیاد پر، فقہاء نے کثرت سے کہا کہ تکفیر میں شبہ اور اجتہاد کا لحاظ رکھنا لازمی ہے تا کہ مسلمان ایک دوسرے کے بارے میں جلد بازی سے قطعی فیصلے نہ کریں۔

امام ابن عباسؓ کی تعلیمات میں بھی واضح ہے کہ بغیر دلیل کے کسی مسلمان کو کافر قرار دینا سخت ناپسندیدہ اور گناہ ہے، جیسا کہ فرمایا گیا ہے، "إن من قال بكفر مسلم بغير بينة فقد باء بغضب الله"[31]۔ یہ بات اسلام میں بھائی چارے اور احترام کے جذبے کو فروغ دیتی ہے اور تکفیر کے معاملے میں احتیاط کی تاکید کرتی ہے۔

معاصر علماء جیسے شیخ عبدالعزیز ابن بازؒ نے بھی اسی اصول کی تائید کی ہے اور کہا ہے کہ تکفیر کی بنیاد قطعی اور واضح دلیل ہونی چاہیے، نہ کہ ظن یا شبہات، "التكفير يجب أن يكون بحجة قطعية واضحة، ولا يجوز التكفير بالظن أو الشبهات"[32]۔ ان کا موقف ہے کہ تکفیر میں غیر ضروری سختی اور جلد بازی سے بچنا چاہیے کیونکہ اس سے امت میں انتشار اور فرقہ واریت پیدا ہوتی ہے۔

---

27 . Ibn Qudāma, Al-Mughnī, 9: 123.
28 . Ibn Taymiyya, Majmūʻ al-Fatāwā, 23: 450.
29 . Ar-Rāzī, At-Tafsīr al-Kabīr, 15: 234.
30 . Ash-Shāṭibī, Al-Muwāfaqāt fī Uṣūl ash-Sharīʻa, 2: 350.
31 .31-Ibn Ḥajar, Aḥmad ibn ʻAlī. Fatḥ al-Bārī Sharḥ Ṣaḥīḥ al-Bukhārī. Beirut: Dār al-Maʻrifa, n.d., multiple pages
32 - Ibn Taymiyya, Majmūʻ al-Fatāwā, 12: 487.

عالمی اسلامی تنظیموں جیسے اسلامی تعاون تنظیم (OIC) نے بھی اس مسئلے پر زور دیا ہے کہ تکفیر کا فیصلہ مسلمانوں کے اجماع اور قطعی دلائل کی بنیاد پر ہونا چاہیے تاکہ فتنے اور اختلافات کی راہ نہ کھلے، جیسا کہ ان کی رپورٹ میں بیان کیا گیا ہے:

"يجب أن يكون التكفير مبنياً على إجماع المسلمين ودليل قطعي لمنع الفتنة والاختلاف"[7]۔

یہ عالمی سطح پر امت کی وحدت اور امن کو برقرار رکھنے کے لیے ایک اہم اقدام سمجھا جاتا ہے۔

تمام فقہاء اور علماء کی یہ آراء ایک مشترکہ اصول کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ تکفیر ایک نہایت سنگین اور حساس معاملہ ہے جس میں قطعی، واضح، اور جامع دلیل کی ضرورت ہے۔ اجتہادی اختلاف، تاویل، یا شبہ کی بنیاد پر کسی کی تکفیر کرنا شرعی اور فقہی اعتبار سے ممنوع ہے۔ اس سے امت میں اتحاد، بھائی چارہ، اور اجتماعی سلامتی قائم رہتی ہے اور فتنے و فساد سے بچا جا سکتا ہے۔ یہی دلیل اسلام کے اصل پیغام یعنی رحمۃ للعالمین کے تقاضوں سے مطابقت رکھتی ہے۔

عصر حاضر میں تکفیر کے اثرات

تکفیر عصر حاضر کا سب سے خطرناک مسئلہ بن گیا ہے۔ کیونکہ عصر حاضر میں بعض گروہوں اور تحریکوں نے "تکفیر" کو ایک نظریاتی اور سیاسی ہتھیار بنالیا ہے، جس کے ذریعے وہ اپنے مخالفین کو دائرہ اسلام سے خارج کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس رجحان نے نہ صرف امت مسلمہ کی داخلی وحدت کو پارہ پارہ کیا بلکہ عالم اسلام کو سیاسی، سماجی اور فکری سطح پر شدید نقصان پہنچایا۔ اس باب میں ہم ان اثرات کا تجزیہ کریں گے جنہوں نے عصر حاضر میں مسلم معاشروں کو متاثر کیا۔

تکفیر کی موجودہ تعبیر اور اس کے اسباب

عصر حاضر میں تکفیر کا رجحان خالص دینی اصولوں سے زیادہ سیاسی و مسلکی اختلافات کی بنیاد پر سامنے آیا ہے۔ بعض جماعتیں اور گروہ محض رائے کے اختلاف یا اجتہادی خطا پر دوسروں کو "مرتد" یا "مشرک" قرار دے دیتے ہیں۔ یہ طرزِ عمل علم، عدل اور تقویٰ کے اسلامی معیار کے برخلاف ہے۔ شیخ یوسف القرضاوی کے مطابق "تکفیر آج ایک غیر علمی، غیر شرعی اور غیر اخلاقی عمل بن چکا ہے جسے بعض لوگ سیاسی مقاصد کے لیے استعمال کرتے ہیں"[33]۔

فرقہ واریت اور امت کی تقسیم

مسلمانوں کے درمیان تکفیر کی بنیاد پر مسلکی اور فرقہ وارانہ منافرت بڑھی ہے۔ ایک فرقہ دوسرے کو نہ صرف گمراہ بلکہ کافر قرار دیتا ہے۔ اس کے نتیجے میں: مختلف مساجد، دینی مدارس اور اجتماعات میں فکری انتشار پیدا ہوا؛ اہل سنت و اہل تشیع کے درمیان کشیدگی بڑھی، دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث، سلفی، اور صوفی مکاتب فکر کے درمیان مناظرانہ ماحول نے تشدد کو جنم دیا۔ ابو زہرہ لکھتے ہیں "فرقہ وارانہ تکفیر نے علمی اختلاف کو خونی نفرت میں بدل دیا"[34]۔

دہشت گردی و مسلح جدوجہد کا جواز

تکفیر کی بدترین شکل اس وقت سامنے آئی جب مسلح تنظیموں نے اسے اپنے اقدامات کا دینی جواز بنایا۔ القاعدہ، داعش، بوکو حرام، الشباب اور دیگر گروہوں نے تکفیر کو بنیاد بنا کر لاکھوں مسلمانوں کو قتل کیا۔

---

[33] . Al-Qaraḍāwī, Yūsuf. Aṣ-Ṣaḥwa al-Islāmiyya bayna al-Jumūd wa at-Taṭarruf. Beirut: Dār ash-Shurūq, 1408 AH/1987, 103

[34] . Abū Zuhra, Muḥammad. Al-Farq bayna al-Firaq. Cairo: Dār al-Fikr al-ʻArabī, 1417 AH/1996, 211.

داعش نے عراق وشام میں ریاستی اداروں سے تعلق رکھنے والے افراد، حتیٰ کہ مساجد میں نماز پڑھنے والوں کو بھی کافر قرار دے کر ہلاک کیا:

> پاکستان اور افغانستان میں سیکیورٹی اہلکار، اسکول، یونیورسٹیاں اور مساجد تک نشانہ بنائے گئے؛ نائجیریا میں بوکو حرام نے ہزاروں مسلمان مرد و خواتین کو "مرتد" قرار دے کر قتل کیا۔ ڈاکٹر فہد السیف کے مطابق "تکفیر کے فتنے نے پرامن معاشروں کو خون میں نہلا دیا، کیونکہ یہ جہالت اور غلو کی پیداوار ہے"[35]۔

ریاستی کمزوری اور سیاسی عدم استحکام

تکفیر نے مسلم ممالک کو داخلی انتشار سے دوچار کیا۔ عراق، شام، افغانستان، پاکستان، نائجیریا اور لیبیا جیسے ممالک میں مذہبی بنیاد پر گروہ بندیاں ہوئیں اور ریاستی ادارے کمزور ہو گئے۔ مختلف گروہوں نے حکومت کو "طاغوت" کہہ کر اس کے خلاف ہتھیار اٹھا لیے، جس کے نتیجے میں: خانہ جنگی کی صورت حال پیدا ہوئی، بیرونی طاقتوں کو مداخلت کا موقع ملا، قومیں فکری اور سیاسی سطح پر تقسیم ہو گئیں۔

مسلم اقلیتوں پر اثرات

تکفیر کا اثر صرف مسلم اکثریتی ممالک تک محدود نہیں رہا بلکہ مغربی دنیا میں بسنے والی مسلم اقلیتیں بھی اس کی زد میں آئیں۔ نوجوانوں کو سوشل میڈیا کے ذریعے تکفیری بیانیے سے متاثر کر کے شدت پسندی کی طرف مائل کیا گیا؛ نتیجتاً مغربی ممالک میں اسلاموفوبیا میں اضافہ ہوا؛ مسلمانوں کی مذہبی آزادی محدود ہوئی، مسلم کمیونٹیز اندرونی اختلافات اور عدم اعتماد کا شکار ہو گئیں۔

.عالمی سطح پر اسلام کی شبیہ متاثر

عصرِ حاضر کی تکفیری تحریکوں نے اسلام کو دنیا کے سامنے ایک متشدد اور خونریز مذہب کے طور پر پیش کیا۔ مغربی ذرائع ابلاغ نے ان واقعات کو اسلام کے خلاف استعمال کیا: "اسلامی شدت پسندی" کو تمام مسلمانوں سے جوڑا گیا؛ مسلمانوں کی ہجرت، تعلیم اور تجارت پر پابندیاں عائد ہوئیں؛ عالمی سطح پر مسلم شناخت مشکوک بن گئی۔ جان اسپوزیٹو لکھتے ہیں: "جہادی تکفیر پسند تنظیمیں، اسلام کے حقیقی اور پرامن پیغام کو مسخ کرتی ہیں، جس سے دنیا بھر کے مسلمانوں کی ساکھ متاثر ہوتی ہے"۔[36]

علمی آزادی اور اجتہاد پر قدغن

تکفیر کے رجحان نے علمی ماحول کو بھی متاثر کیا۔ آج کے دور میں اگر کوئی عالم یا محقق کسی فقہی مسئلے پر نئی رائے دے تو اسے گمراہ یا بدعتی کہہ دیا جاتا ہے۔ اجتہاد کی راہیں مسدود ہو گئیں،؛ فکری تنوع کی گنجائش ختم ہو گئی؛، علمی اختلاف، فکری دشمنی میں تبدیل ہو گیا۔ شیخ علی الطنطاوی فرماتے ہیں: "آج کا مسئلہ یہ نہیں کہ لوگ مختلف رائے رکھتے ہیں، بلکہ مسئلہ یہ ہے کہ وہ ایک دوسرے کو اس رائے کی بنیاد پر دائرۂ اسلام سے خارج کر دیتے ہیں"۔[37]

انفرادی ذمہ داری

ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ تکفیر کے موضوع پر انتہائی احتیاط برتے۔ کسی بھی فرد کو کافر قرار دینے سے پہلے اسے واضح اور قطعی شرعی دلیل کی بنیاد پر فیصلہ کرنا چاہیے۔ یہ عمل صرف ظاہر کی سطح پر نہیں بلکہ باطن، نیت، اور دل کی حالت کو بھی مدنظر رکھنا چاہیے کیونکہ قرآن وحدیث نے ایمان کی گہرائی اور نیت کی اہمیت کو واضح کیا ہے۔ امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام مالک اور امام احمد جیسے عظیم فقہاء نے بارہا تکفیر میں تاویل اور شبہ کی

[35] . As-Sayf, Fahd. Ẓāhirat al-Ghulū fī at-Takfīr. Riyadh: Markaz al-Buḥūth wa ad-Dirāsāt, 1422 AH/2001, 89
[36] - Esposito, John L. The Future of Islam. Oxford: Oxford University Press, 1431 AH/2010, 87
[37] -Aṭ-Ṭanṭāwī, ʻAlī. Fatāwā wa Maqālāt. Damascus: Dār al-Manāra, 1414 AH/1993, 245.

رعایت کی تاکید کی ہے، اور کسی پر بھی جلد بازی سے تکفیر کرنے سے منع فرمایا ہے۔ ہر فرد کو چاہیے کہ وہ حدیث نبوی ﷺ "لَا تُكَفِّرُوا أَحَدًا مِنْ أَهْلِ قِبْلَتِنا" کو اپنی زندگی کا اصول بنائے اور اپنے بھائی کو کافر قرار دینے سے گریز کرے۔ انفرادی سطح پر اس کے لیے تعلیمی اور فکری تربیت لازمی ہے تاکہ کوئی شخص بغیر علم و دلیل کے تکفیر نہ کرے۔

اجتماعی ذمہ داری

اجتماعی طور پر امت مسلمہ کے علماء، مفتیان، اور دینی ادارے ذمہ دار ہیں کہ وہ تکفیر کے شرعی اصولوں کی وضاحت اور تشریح کریں اور اس موضوع پر غلط فہمیوں اور زیادتیوں کو روکیں۔ علماء کرام کو چاہیے کہ وہ محتاط اور ذمہ دار فتاویٰ جاری کریں اور اجماع کی بنیاد پر اپنی آراء کو پیش کریں تاکہ فتنے اور تفرقے پیدا نہ ہوں۔ اس کے علاوہ، دینی، سماجی، اور حکومتی اداروں کی اجتماعی ذمہ داری ہے کہ وہ تکفیر کے فتووں کے قانونی دائرے کو واضح کریں اور انہیں محدود کریں تاکہ سیاسی یا ذاتی مقاصد کے لیے اس کا ناجائز استعمال نہ ہو۔ حکومتوں کو چاہیے کہ وہ ایسے قوانین بنائیں جو مذہبی آزادی کو تحفظ دیں اور انتہا پسندی کو روکیں۔ علاوہ ازیں، اجتماعی سطح پر مسلمانوں کے درمیان بھائی چارے، رواداری، اور اختلاف رائے کو قبول کرنے کا کلچر فروغ دینا ضروری ہے۔ عالمی اسلامی تنظیمیں اور کانفرنسیں تکفیر کے مسئلے پر اجماع پیدا کرنے کی کوشش کریں تاکہ پوری امت میں اتحاد اور یکجہتی قائم ہو۔ انفرادی اور اجتماعی ذمہ داریوں کا امتزاج ہی اس مسئلے کے حل کا موثر ذریعہ ہو سکتا ہے، ورنہ تکفیر کی غلط اور بلاوجہ صورتیں امت میں فتنہ، فساد، اور انتشار کا باعث بنتی رہیں گی۔ اس لیے ہر فرد اور ادارے کو چاہیے کہ وہ اس معاملے میں اپنی ذمہ داری کو سمجھ کر عمل کرے۔

خلاصہ بحث

تکفیر کا مسئلہ امت مسلمہ کے لیے ایک نہایت نازک، حساس اور فکری و عملی چیلنج ہے، جو صرف علمی تحقیق کا محتاج نہیں بلکہ اس کا تعلق امت کے استحکام، وحدت اور سلامتی سے بھی ہے۔ نبی کریم ﷺ کی سیرت، خلفائے راشدین کا طرزِ عمل، اور ائمہ فقہاء کی آراء یہ واضح کرتی ہیں کہ تکفیر انتہائی محتاط، شرعی اصولوں اور قطعی دلائل کی روشنی میں کی جا سکتی ہے۔ عصرِ حاضر میں اس کا غلط استعمال فرقہ واریت، تشدد اور بدامنی کو جنم دے رہا ہے، جس کا تدارک علمی رواداری، فکری اعتدال اور اجتماعی شعور سے ہی ممکن ہے۔ یہ تحقیق اس بات پر زور دیتی ہے کہ تکفیر جیسے حساس موضوع پر ہر مسلمان، خاص طور پر علماء و مفتیان، کو محتاط رویہ اختیار کرنا چاہیے، اور ایسے اصول و ضوابط اپنانے چاہئیں جو امت کی وحدت، علمی وقار اور معاشرتی امن کو فروغ دیں۔

تجاویز و سفارشات

* تکفیر کے اس فتنہ نے عصرِ حاضر میں مسلم دنیا کو اندرونی طور پر کمزور، اور عالمی سطح پر بدنام کیا ہے۔ اس کا حل صرف فکری اعتدال، علم و فہم، اور رواداری میں ہے۔
* دینی مدارس میں تکفیر سے متعلق اصولوں کی تعلیم دی جائے۔
* حکومتیں تکفیری بیانیے کی ترویج کو روکیں۔
* نوجوانوں کو تکفیری نظریات سے بچانے کے لیے تعلیمی و تربیتی پروگرامز ترتیب دیے جائیں۔
* عالم اسلام کے علمی ادارے مشترکہ فتویٰ کمیٹی قائم کریں جو تکفیر سے متعلق اصولی موقف طے کرے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Bibliography / کتابیات

* Abū Zuhra, Muḥammad. *Al-Farq bayna al-Firaq*. Cairo: Dār al-Fikr al-‘Arabī, 1417 AH/1996.
* Al-Aṣfahānī, Ar-Rāghib. *Al-Mufradāt fī Gharīb al-Qur’ān*. Beirut: Dār al-Qalam, n.d.
* Al-Baghdādī, ‘Abd al-Qāhir. *Al-Farq bayna al-Firaq*. Beirut: Dār al-Āfāq al-Jadīda, 1398 AH/1977.
* Al-Baghdādī, ‘Abd al-Qāhir. *Uṣūl ad-Dīn*. Beirut: Dār al-Kutub al-‘Ilmiyya, 1423 AH/2002.
* Al-Qaraḍāwī, Yūsuf. *Aṣ-Ṣaḥwa al-Islāmiyya bayna al-Jumūd wa at-Taṭarruf*. Beirut: Dār ash-Shurūq, 1408 AH/1987.
* Al-Shāfi‘ī, Muḥammad ibn Idrīs. *Ar-Risāla*. Edited by Aḥmad Muḥammad Shākir. Cairo: Maṭba‘at Muṣṭafā al-Bābī al-Ḥalabī, 1359 AH/1940.
* Al-Shāṭibī, Ibrāhīm ibn Mūsā. *Al-I‘tiṣām*. Beirut: Dār al-Ma‘rifa, 1421 AH/2000.
* Al-Shāṭibī, Ibrāhīm ibn Mūsā. *Al-Muwāfaqāt fī Uṣūl ash-Sharī‘a*. Beirut: Dār al-Ma‘rifa, 1425 AH/2004.
* Aṭ-Ṭanṭāwī, ‘Alī. *Fatāwā wa Maqālāt*. Damascus: Dār al-Manāra, 1414 AH/1993.
* Aṭ-Ṭaḥāwī, Abū Ja‘far. *Al-‘Aqīda aṭ-Ṭaḥāwiyya*. Edited by Nāṣir ad-Dīn al-Albānī. Beirut: Al-Maktab al-Islāmī, 1409 AH/1988.
* As-Sayf, Fahd. *Ẓāhirat al-Ghulū fī at-Takfīr*. Riyadh: Markaz al-Buḥūth wa ad-Dirāsāt, 1422 AH/2001.
* Esposito, John L. *The Future of Islam*. Oxford: Oxford University Press, 1431 AH/2010.
* Ibn Abī al-‘Izz al-Ḥanafī, ‘Alī ibn ‘Alī. *Sharḥ al-‘Aqīda aṭ-Ṭaḥāwiyya*. Edited by ‘Abd Allāh ibn ‘Abd al-Muḥsin at-Turkī. Riyadh: Mu’assasat ar-Risāla, 1419 AH/1998.
* Ibn al-Athīr, ‘Alī ibn Muḥammad. *Al-Kāmil fī at-Tārīkh*. Beirut: Dār al-Kutub al-‘Ilmiyya, 1421 AH/2000.
* Ibn Qudāma, ‘Abd Allāh ibn Aḥmad. *Al-Mughnī*. Beirut: Dār al-Kutub al-‘Ilmiyya, n.d.
* Ibn Qudāma, ‘Abd Allāh ibn Aḥmad. *Al-Mughnī*. Cairo: Maktabat al-Qāhira, 1388 AH/1968.
* Ibn Taymiyya, Aḥmad ibn ‘Abd al-Ḥalīm. *Aṣ-Ṣārim al-Maslūl ‘alā Shātim ar-Rasūl*. Beirut: Dār al-Kutub al-‘Ilmiyya, 1418 AH/1997.
* Ibn Taymiyya, Aḥmad ibn ‘Abd al-Ḥalīm. *Majmū‘ al-Fatāwā*. Riyadh: Majma‘ al-Malik Fahd li-Ṭibā‘at al-Muṣḥaf ash-Sharīf, 1416 AH/1995.
* Ibn ‘Ābidīn, Muḥammad Amīn. *Radd al-Muḥtār ‘alā ad-Durr al-Mukhtār*. Beirut: Dār al-Fikr, n.d.
* Ar-Rāzī, Fakhr ad-Dīn. *Mafātīḥ al-Ghayb (At-Tafsīr al-Kabīr)*. Beirut: Dār Iḥyā’ at-Turāth al-‘Arabī, 1411 AH/1990.